ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

ظہور نظر کی اُردو غزل میں غمِ دوراں کا اظہار

Expression of the Sorrows of the Contemporary World in Zahoor Nazar's Urdu Ghaza

افشاں نورین
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، بہاول پور کیمپس
پروفیسر ڈاکٹر نواز کاوش
صدرِ شعبہ اُردو، نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، بہاول پور کیمپس

Afshan Noreen
Ph.D Scholar, Department of Urdu, National College of Business Administration & Economics,Bahawalpur Campus
Prof. Dr. Nawaz Kawish
Head, Department of Urdu, National College of Business Administration & Economics, Bahawalpur Campus

Article Details
Received:
May 26, 2026
Accepted:
May 10, 2026
Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: This study examines the expression of the sorrows of the contemporary world in the Urdu ghazals of Zahoor Nazar. As a distinguished modern Urdu poet, Zahoor Nazar reflects the socio-political, cultural, and moral realities of his time through a poetic voice that combines artistic elegance with intellectual depth. His ghazals move beyond the traditional themes of love and mysticism to address issues such as social injustice, political instability, human alienation, moral decline, and the erosion of cultural values. By employing rich imagery, symbolism, and lyrical expression, he transforms individual emotions into a broader commentary on collective human experience. This research adopts a qualitative and analytical approach to explore how the poet represents the anxieties, sufferings, and aspirations of contemporary society. The study argues that Zahoor Nazar's poetry not only mirrors the complexities of modern life but also inspires reflection, resilience, and hope.

Key words: Zahoor Nazar, Urdu Ghazal, Contemporary Sorrows, Social Consciousness, Modern Urdu Poetry, Cultural Values

ظہور نظرؔ کا اصل نام ظہور احمد اور تخلص نظرؔ تھا ۱۹۲۳ء کو پاکستان کے مشہور شہر ساہیوال میں پیدا ہوئے گھریلو حالات ناگفتہ بہ تھے گھر میں غربت کا راج تھا، چھوٹی عمر سے ہی محنت کو شعار بنانا پڑا انہیں ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعروں کی فہرست میں شامل کیا جاسکتا ہے اور وہ ایک بے باک صحافی بھی تھے۔ ان کی اہم تصانیف میں "بھیگی پلکیں"، "زنجیر وفا" اور "ریزہ ریزہ" شامل ہیں انہوں نے ۷ دسمبر ۱۹۸۱ء کو بہاولپور میں وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر ۵۸ برس تھی۔ بابا شیر شاہ قبرستان میں دفن ہیں جو کہ بہاولپور شہر کا قدیم قبرستان ہے۔

اردو غزل میں کرب و غم کے بیانیوں کو ہمیشہ مرکزیت کا درجہ حاصل رہا ہے۔ انسان جس معاشرے کا فرد ہوتا ہے اس کو اس معاشرے کے سماجی، معاشی اور معاشرتی مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ان غموں کی عکاسی ہر دور کے شعراء کرام نے مختلف اور نادر انداز میں کی ہے ان جدید شعرا کرام میں ایک اہم اور بڑا نام ظہور نظرؔ کا ہے۔ ان کی زندگی خود دکھوں سے عبارت ہے ان کی غزل میں ہمیں معاشرتی تضادات، ناانصافیاں، معاشرتی بے رحمی، معاشرتی ناہمواریاں، انسان کی لاچارگی، بے بسی اور حیات کی تلخیوں کا بہتا سمندر نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں ہمیں ان کے صرف ان کی ہی ذات سے جڑے انفرادی غم ہی نظر نہیں آتے ہیں بلکہ ان کی شاعری میں اجتماعی غم کی عکاسی بھی رونما ہوتی نظر آتی ہے۔ ظہور نظرؔ کی غزل میں غم زمانہ کے مختلف جہات پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں وہ اپنے دور کے مسائل کو اور ناانصافیوں کو نہ صرف محسوس کرتے ہیں بلکہ وہ ان کو سچائی سے بیان کرتے ہیں اور ان کے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی غزل میں حیات کی تلخیاں اور انسان کی لاچارگی کے احساسات اور جذبات نمایاں ہیں۔ ان کی غزل میں معاشرے کے مسائل کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان موش اتجاج بھی رونما ہوتا نظر آتا ہے۔ وہ تمام معاشی، سماجی اور معاشرتی دکھوں کی و ضاحتیں ایک بے باک انسان کی طرح کرتے ہیں انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ حاکم وقت ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا وہ خود ان مسائل پر نشاندہی کے ساتھ گہرا طنز کرتے نظر آتے ہیں اور وہ اس کے لیے ایک عام انسان اور اس کے علاوہ ادباء اور شعراء کرام کا حوصلہ بنتے بھی نظر آتے ہیں اگر یوں بھی کہا جائے کہ ان کو حق کے لیے عَلَم بلند کرنا سکھاتے نظر آتے ہیں تو بے جا نہ ہو گا وہ ہر دکھ کو سچائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور یہی ان کی غزل کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ معاشرتی مسائل کو بے نقاب کرنے میں ان کو ملکہ حاصل تھا اور انتہائی بے باک طبیعت کے مالک تھے وہ سچ کو ہر صورت میں بیان کرتے تھے چاہے سارے زمانے کو ان کا بیان برا لگتا ظہور نظر نے غریب اور پسے ہوئے طبقات کو اپنے لیے انصاف مانگنا سکھایا اور یہ سکھایا کہ اپنے لیے خود ہی آواز بلند کرنی پڑتی ہے ورنہ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوتا ہے اپنا حق خود ہی لینا پڑتا ہے اس بے رحم معاشرے میں لوگ دوسروں کا حق خیرات سمجھ کر کھا جاتے ہیں

۔

ظلم ہو جبر ہو بیداد ہو لکھنا ہو گا
لکھنا تو ہے مری افتاد سو لکھنا ہو گا
وقت ہے عدل کی تاریخ رقم کرے گا
خود بھی ٹھہرو جو گنہ گار تو لکھنا ہو گا(۱)

ظہور نظر کی غزل میں انسانی رویوں میں داخل دھوکے، فریب اور چال بازی کا عنصر زیادہ پایا جاتا ہے۔ انسان اس چال باز زمانے میں کس کو دشمن سمجھے اور کس کو دوست سمجھے اس بات کا فیصلہ کرنا انسان کے لیے بہت مشکل ہے۔ اس زمانے میں دھوکے اور فریب دینے کے لیے لوگوں نے نئے نئے جال بچھا رکھے ہیں۔ جو معصوم لوگوں کا شکار کرتے ہیں ان کو دکھوں اور تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں۔ دشمنوں کے بارے میں تو انسان کو خبر ہوتی ہے لیکن ان دشمنوں سے کون بچائے جو دوست بن کر انسانوں پر وار کرتے ہیں جو بغل میں چھری رکھتے ہیں اور منہ میں رام رام کرتے ہیں۔ نظر کے خیال میں اس طرح کے لوگ معاشرے میں موجود معصوم لوگوں کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں۔ انھیں اس بات کا شدید دکھ ہے اس طرح کے بھیڑیے اپنے پنجے اور دانت تیز کر کے دوستوں کے روپ میں دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب ایسے لوگوں کا پردہ فاش ہوتا ہے تب بہت دیر ہو چکی ہوتی

ہے۔ نظر کو اس طرح کے دو چہرے رکھنے والے لوگوں سے بہت نفرت ہوتی تھی اور دلی تکلیف بھی جس کا اظہار ان کی غزلیات میں جابجا ملتا ہے۔

دہشت زنداں میں گونجی اک عجیب امید سی
سر کسی قیدی کا جب دیوار سے جا کر لگا
دشمنوں سے بھی برے کچھ لوگ اس دنیا میں ہیں
یہ پتہ مجھ کو فریب دوستی کھا کر لگا (۲)

ظہور نظر کی غزل میں شہری زندگی اور شہری معاشرے میں موجود افراد کی سرد مہری اور بے حسی کا المیہ جھانکتا نظر آتا ہے۔ ان کے خیال میں شہروں میں رہنے والے لوگوں کے دلوں سے احساسات و جذبات انتقال کر چکے ہیں یا ناپید ہو چکے ہیں ان کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ان کی انسانیت ختم ہو چکی ہے۔ شہروں میں جتنی صنعتی اور مشینی ترقی ہوتی جا رہی ہے اتنا ہی زیادہ انسانیت کا زوال آتا جا رہا ہے اور تمام لوگ ظاہری دولت اور نمود و نمائش کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کو نیچے دکھانے اور گرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ انسانی اقدار اور اس اخلاقیات کو بھلا بیٹھے ہیں شہروں میں موجود انسان مشکلات میں گھیرا ہے۔ شہری معاشروں میں انسانوں کو نہ تو ایک دوسرے کی خبر ہے کہ وہ مر رہے ہیں یا جی رہے ہیں اور نہ ہی انہیں ایک دوسرے کی پروا ہے۔ شہروں میں موجود انسان لاچارگی اور سرد مہری کا شکار ہیں۔ ظہور نظر کو اس بات کا بہت دکھ ہے اس کے خیال کے مطابق شہروں کی ایسی جدیدیت ترقی نہیں ہے بلکہ اخلاقی زوال کے علامت ہے۔

جنوں کے شہر میں پھیلی ہے بے حسی کی وبا
کوئی خبر بھی نہ وحشت کا شاخسانہ بنے
خدا وہ دن نہ دکھائے نظر کے مشکل میں
مرا مربی و محسن کبھی زمانہ بنے (۳)

ظہور نظر کے غزلیہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شدید تنہائی کا شکار تھے بھری دنیا میں بھرے شہر میں کوئی ایک بھی ایسا انسان نہ تھا جس کو وہ اپنا کہتے اور یہ صرف اس ان کا انفرادی دکھ نہیں ان کے خیال میں شہروں کے شہر انسانوں سے بھرے معلوم ہوتے ہیں لیکن انسانیت نام کی چیز کہیں نظر نہیں آتی ہے۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مگن ہیں۔ کسی کے پاس کسی کے لیے نہ کوئی فرصت ہے نہ کوئی وقت ہے۔ لوگ اس طرح اضطراب کا شکار ہیں ہر طرف بے چینی ہی بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور ہر انسان مضطرب ہے۔ ظہور نظر کو اپنے دل کے قید جانے میں بھی شہروں سی صورت حال نظر آتی ہے ان کا دل بھی شدید تنہائی کا شکار ہے اور کسی پل چین سکون نظر نہیں آتا ہے۔ جب وہ دوسروں کی زندگی میں بہاریں دیکھتے ہیں تو ان کی حسرتیں اور خواہشات اور محرومیاں جاگ اٹھتی ہیں۔ ظہور نظر کی زندگی میں بچپن سے ہی دکھوں کی غربت نے بیج بو دیے تھے اور وہ بھی شاعری کی فصل کی صورت میں پک کر تیار ہوئے ہیں۔ جن میں دل میں پوشیدہ نہ پوری ہونے والی خواہشات کا سیلاب، تنہائی اور اداسی کا عنصر شامل ہے جنہوں نے ظہور نظر کے کلام میں مزید سوگواریت کی فضا کو پیدا کر رکھا ہے وہ اپنے دکھوں پر طنز تو کرتے نظر آتے ہیں لیکن وہ ان کربوں سے عاجز نہیں ہیں پریشان بھی نہیں ہے اور اس طرح کے کربوں کا بیانیہ ظہور نظر کی شاعری پر چھایا ہوا ہے۔

بہار آئی تو اپنا سوائے زنداں کے

تمام شہر میں پرسان حال کوئی نہ تھا
تھا اب کے شہر ہی جیسا مزاج صحرا بھی
کسی بھی دار میں وحشی غزال کوئی نہ تھا(۴)

ظہور نظر کے غزلیہ کلام میں زمانے کے لوگوں کا بہت دکھ نمایاں ہے۔ ان کے خیال میں انسان کسی کے لیے جتنا بھی دکھ اٹھائے جتنا بھی باوفا ہو جائے۔ اس کو اس کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ ایسے لوگ کی فطرت میں تغیر ہوتا ہے۔ وہ ہواؤں کی طرح رخ بدلنے کے ماہر ہوتے ہیں اور ایسے لوگ احسان فراموش ہوتے ہیں۔ وہ موسموں کی طرح بدل جاتے ہیں ظہور نظر کو ایسے لوگوں پر بہت دکھ ہے۔ میرے خیال میں تو اقتدار پر قابض لوگوں کی طرف اشارہ ہے کہ لوگ ان حکمرانوں کے لیے دن رات نعرے لگاتے ہیں۔ ان کے لیے مشکلات برداشت کرتے ہیں آپس میں لڑتے ہیں لیکن ایسے لوگ جیسے ہی اپنی منزل یا اقتدار حاصل کرتے ہیں تو طوطا چشم بن جاتے ہیں۔

جس کو منزل پہ پہنچتے ہی بدل جانا ہو
بوجھ اس قافلہ سالار کا کیوں ڈھوئیں لوگ(۵)

ظہور نظر کی شاعری میں کرب کا اظہار انتہائی شدت سے ہے اور انہوں نے ایک فلاسفر کی مانند اپنے نظریات اور فلسفہ بیان کیا ان کے خیال میں جب انسان کا درد حد سے بڑھ جاتا ہے یا دل میں موجود درد شدت اختیار کر جاتا ہے۔ تو تبھی انسانوں آنکھوں میں ساون کی جھڑیاں برستی ہیں غریب لوگوں کی زندگی کا ہر ہر لمحہ ان پر دکھوں کا طوفان لے کر آتے ہیں اور ظہور نظر کے خیال میں کرب کا وقت کاٹنا ہی مشکل ہوتا ہے جن لوگوں کی زندگی میں دکھ ناپید ہوتے ہیں ان کو لگتا ہے کہ وقت اتنی جلدی گزر گیا ہے جبکہ غریب کی زندگی غربت زدہ پلوں کا ہر پل بھاری ہوتا ہے اور ان باتوں کو ظہور نظر نے اپنے کلام میں ثابت کیا ہے۔

دل لہو ہوتا ہے، تب آنکھ میں اشک آتا ہے
وقت گر ہنس کے گزر جائے تو کیوں روئیں لوگ(۶)

ظہور نظر کی غزلیات میں اس بات کا اظہار حد سے زیادہ نظر آتا ہے کہ ہر انسان کو اپنی پڑی ہے اور لوگ مادیت پرست ہو چکے ہیں اور وہ مادیت پرستی کی دلدل میں اتنے گر چکے ہیں کہ ان کے احساسات اور جذبات ختم ہو چکے ہیں۔ کسی کو کسی کی کوئی فکر نہیں معاشرہ تباہی کے دہانے کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے لوگ مگر مچھوں سے زیادہ خطرناک بن چکے ہیں۔ دنیا میں ہر طرف بے حسی کی سیاہ چادر چھائی ہوئی ہے۔ مرتی ہوئی انسانیت کا سبب انسان خود بن رہے ہیں۔ اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ جانور بھی ان کی بے حسی پر ہنستے ہوں گے کہ ان کو تو انسانوں نے اپنے بس میں کیا ہے اور خود بے بسی کا شکار ہو بیٹھا ہے ظہور نظر نے اپنی شاعری میں اپنے پر آشوب دور کی سی کی ہے۔ کیا اس جہان میں انسان کا خون پانی سے بھی زیادہ سستا تھا۔ اس کی وجہ کیوں کیونکہ وہ غریب کا خون تھا اس طرح کے بہت سے انکشافات ظہور نظر کے غزلیہ کلام میں منکشف ہوتے نظر آتے ہیں۔

نہ آنکھ کو آنکھ دیکھتی ہے نہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھتا ہے
کہ جو سماں ہے دھواں دھواں، اور جو گھڑی ہے سیہ گھڑی ہے
در قفس توڑ کر لیا جائزہ سفر کا تو ہم نے دیکھا
نہنگ ہر موڑ پر کھڑا ہے صلیب ہر چوک میں گڑی ہے(۷)

ظہور نظر کی غزلیات میں محرومیوں کا غم بھی واضح نظر آتا ہے اور اس کے دکھ اتنی ہی گہرائی اور شدت لیے ہوئے نظر آتے ہیں کہ وہ بے بس اور لاچارگی اختیار کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ بات بھی سچائی پر مبنی ہے کہ جس کا کرب ہوتا ہے اس دل کو ہی پتہ ہوتا ہے کہ اس کرب کی شدت اور تکلیف کتنی ہے کبھی کبھار ظہر نظر کا صبر کا دامن چھلکتا نظر آتا ہے۔ تڑپ، دکھ، احساس محرومی، تنہائی اور روح پر لگے چرکے ان کے کلام میں محو گفتگو نظر آتے ہیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ بیتی کرب کی داستان سناتے واضح ہو رہے ہیں اور دوسروں کے درد کا احساس کرنے والے بھی زمانے میں کم لوگ ہیں اور صرف وہی احساس کرتے ہیں جن پر یہ دکھ بیتے ہوتے ہیں۔ جنہوں نے زندگی کی محرومیوں کو برداشت کیا ہوتا ہے جن کی آنکھوں میں نہ پوری ہونے والی خواہشات کا کرب دم توڑتا ہے۔ صرف ان میں ہی دوسروں کے لیے احساس اور قدر کا عنصر اور جذبہ نمایاں نظر آتا ہے ورنہ زمانے والے تو صرف دکھ دینا جانتے ہیں۔ ظہور نظر کی شاعری میں یہ تمام غم اپنی بے بسی کا ماتم کرتے نظر آتے ہیں اور سوگواریت کا ماحول پیدا کرتے ہیں اور صرف الفاظ ہی غم کے عرق میں ڈوبے ہوئے ہی نظر نہیں آتے بلکہ جیتے جاگتے ہیں۔ احساسات اور جذبات سانس لیتے واضح نظر آتے ہیں۔

دل کے زخم کا رنگ تو شاید انکھوں میں بھر آئے
روح کے زخموں کی گہرائی کیسے دکھائیں تمہیں
درد ہماری محرومی کا، تم تب جانو گے
جب کھانے آئے گی چپ کی سائیں سائیں تمہیں(۸)

ظہور نظر کی غزلیات میں کبھی کبھار کرب کی شدت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ہوش وحوس اس میں بیگانہ ہوتے نظر آتے ہیں ان کے احساس مختلف نظر آتے ہیں وہ اس قدر بے بسی اور لاچارگی کے کا شکار ہیں کہ وہ خود کو اپنے ہاتھوں سے ختم کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے ہیں۔ ان کے دلی کرب ان کو موت کے دوراہے پر کھڑا کرتی نظر آتی ہے۔ یہ کہنا بھی بے جانا ہو گا کہ ظہور نظر کی زندگی میں دکھ جونک کی طرح ان کے دل میں چپکے ہوئے ہیں۔ انہیں حیات کے کربوں سے چھٹکارا حاصل صرف تب ہی ممکن ہو گا جب حیات کا انت ہو جائے گا روح کی پرواز ہو جائے گی زندگی فنا ہو جائے گی۔ ابدی حیات ہی ان کے غموں کا مداوا ہے۔ ان کے دل میں اپنے غموں کا وہ چراغ روشن ہے جو جلتا ہی جا رہا ہے اور آگ کی لُو کی تپش تیز تر کرتا جا رہا ہے۔ ظہور نظر کا دل اور دماغ وسوسوں میں گھرا نظر آتا ہے انہیں ہر طرف خوف اور ڈر ہی لگتا رہتا ہے اور وہ دیوانوں کی طرح خود سے ہی ہم کلام نظر آتے ہیں۔ خود سے ہی محو گفتگو ہوتے ہیں اپنے آپ ہی سے ہی کچھ سوالوں کے جوابوں میں لگا ہوتے ہیں ان کی شاعری میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت چھائی ہوئی نظر آتی ہے اور یہی اضطراب ان کی غزل میں غم کی فضا پیدا کرتا ہے۔

وحشت میں خود ہی مار نہ دوں اپنے آپ کو
تھے اور لاکھ خوف، پہ یہ ڈر کبھی نہ تھا
میں کون ہوں کہاں ہوں یہ کیسی صدائیں ہیں
مقتل کے موڑ پر تو میرا گھر کبھی نہ تھا(۹)

ظہور نظر کے غزلیات میں امیر کا غم بھی سوگ مناتا نظر آتا ہے دولت امیروں کے دکھوں کو چھپا لیتی ہے ان کے بڑے بڑے گناہوں پر پردہ ڈال دیتی ہے لوگوں کی نظروں میں دولت ان رئیسوں کی پردہ پوشی کرتی ہے۔ لیکن ایک غریب کے پاس تو اپنے عیب چھپانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی ہے اور ربہت اس کے سارے بھرم چکنا چور کر دیتی ہے۔ اس کو ناکردہ گناہوں کا مجرم بنا دیتی ہیں۔ ظہور نظر کی شاعری میں یہ روگ بھی نمایاں نظر آتا ہے کہ اس کے پاس صرف ایک ہی قیمتی کا خزانہ تھا۔ محبوب کے روپ میں وہ بھی زمانے والوں نے اس سے چھین لیا اور اس کی اہم وجہ غریب ہے اور غریبی کی وجہ سے اس کو اپنا محبوب نہ مل سکا اس بے۔ درد زمانے والوں نے اس کی عزیز ترین ہستی چھین کر اس کو خالی ہاتھ کر دیا اور اس کی حیات کو نہ ختم ہونے والا روگ لگا دیا ہے۔ ظہور نظر کے کلام میں ہر طرف ویرانی ہی ویرانی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاید یہ ان کے اندر کی ویرانی ہے اور ان کے دل کی ویرانی ہے ان کی روح کی ویرانی ہے جس کی وجہ سے انہیں ہر طرف فضا میں ویرانی چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ محبوب کے بچھڑ جانے کا غم ان کے کلام میں شدت اختیار کرتا نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر نواز کاوش، ظہور نظر کی غزل کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"انہوں نے غزل کو جو لب و لہجہ دیا، اس سے ان کا نام ادب میں
ہمیشہ نمایاں رہے گا۔"(۱۰)

ظہور نظر کے کلام میں اس بات کا بھی دکھ جھلکتا نظر آتا ہے کہ غریب عوام پر دکھوں کا ستم کا کبھی خاتمہ نہیں ہو سکتا ہے جتنے بھی نئے حکمران نافذ ہوتے ہیں وہی وہ پرانے کیس اور جھوٹے دعوے اٹھاتے ہیں ہر بیچاری غریب عوام اپنے ناکردہ گناہوں کی وضاحتیں کر کر تھک جاتی ہے۔ لیکن ان کی کوئی سننے والا نہیں ہوتا ہے اور ان کو نئے آنے والے حکمران بھی سزائیں ضرور دیتے ہیں اور ان کی غزلیات میں یہ دکھ بھی بہت نمایاں ہوتا نظر آتا ہے کہ وہ ہستیاں جو خود کو خودار سمجھتی ہیں۔ یہ وہ لوگوں کو صفر فیصد بھی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ جو خوبصورت اور مہنگے لباسوں میں گھومتے پھرتے ہیں اور ان لوگوں نے سروں پر بڑے بڑے عمامے سجا رکھے ہیں۔ لیکن خود تو دین پر مل کرتے نہیں ہیں لیکن دوسروں کو تبلیغ کرتے ہیں اور خود کو گناہوں سے بری الزماں سمجھتے ہیں۔ ظہور نظر کی غزلیات میں ان مذہبی ملاؤں اور حکمرانوں پر اور اس فرسودہ نظام پر سخت تنقید ملتی ہے۔ وہ جب غریب عوام کا استحصال ہوتے دیکھتے ہیں تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں اور ان کا دل خون کے آنسو روتا نظر آتا ہے۔

ستم تو یہ ہے، نئے ستم گر بھی تہمتیں لائے ہیں پرانی
وہی ہماری صفائیاں ہیں ،وہی ہماری سزائیں ہیں پھر
وہ جن سے آیا تھا دین عاجز، سنا ہے پھر معبدوں پہ قابض
وہی عمامے وہی لبادے وہی عبائیں قبائیں ہیں پھر(۱۱)

ظہور نظر کی شاعری میں دکھوں کا بسیرا نظر آتا ہے پر یہ وہ دکھ ہیں جو زمانے کے سفاک لوگوں نے دیے ہیں اور وہ زمانے والوں کا ایک بہت بڑے عیب سے پردہ فاش کرتے نظر آتے ہیں اور زمانے کے لوگوں پر ان کے اس طرح کے رویوں پر تنقید کرتے ہیں کہ وہ لوگ اتنا زیادہ مادیت پرستی میں خود کو رب قاب کر چکے ہیں کہ حلال اور حرام کی تمیز بھول چکے ہیں۔ انھیں حرام کمائی سے پیدا ہونے والے مسائل بھی یاد نہیں ہیں اور یہ لوگ زیادہ عیش و عشرت کے لیے اور خود کو آسائشیں اور تعیش مہیا کرنے کے لیے دوسروں کی جیبوں پر ڈاکے ڈالنے کا کام سر انجام دے رہے ہیں اور زمانے کے لوگوں کا یہ دکھ ظہور نظر کی شاعری میں کثرت سے نظر آتا ہے۔ وہ لوگوں کی اپنی تن آسانی کے لیے حرام کمائی کمانے کو بہت برا محسوس کرتے ہیں اور ان کا دل تڑپتا ہوا اور دکھوں میں ڈوبا ہوا نظر آتا

ہے۔ کیوں کہ انہوں نے ساری زندگی ایسے کام سر انجام نہیں دیے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات سچ ہے کہ معاشرے میں جو جتنا بے غیرت، بد تہذیب اور بد لحاظ ہوتا ہے اور جتنے زیادہ برے کام کرنے والا ہوتا ہے لوگ اس کی واہ واہ اتنی ہی زیادہ کرتے ہیں اور جو انسان معاشرے کی برائیوں کے خلاف ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتا ہے اس کو اتنی ہی زیادہ لعنت و ملامت کی جاتی ہے اور اس کو معاشرے میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ہے اور بالکل ایسا ہی ظہور نظر کے ساتھ ہوا ہے کیوں کہ اس نے زندگی بھر حرام کاموں سے خود کو بچایا ہے اور زمانے والوں کو اپنے جیسے ہی کام کرنے والے لوگ پسند آتے ہیں۔ انہیں ظہور نظر کیسے بھاتے اس اس کا اہارر ظہور نظر کی غزلیات میں متعدد مقامات پر ملتا ہے۔

وہاں بھی ہم نے کمائی حلال کی روزی
جہاں پہ فرق حرام و حلال کوئی نہ تھا
بھرے وہ زخم بھی سفاک وقت نے میرے
نظر میں جن کا مری اندمال کوئی نہ تھا(۱۲)

ظہور نظر کی غزلیات میں موجود سرمایہ کاروں کا غرباء کا استحصال کرنا بھی ان کو دکھوں میں مبتلا کرتا ہے اور انہیں اس وقت کے سرمایہ کاروں اور تاجروں ان کی عوام کے ساتھ بے ایمانیوں پر گہرا رنج پہنچتا ہے اور وہ اس سرمایہ کاری کے نظام پر شدید تنقید کرتے ہیں کہ جب یہ سرمایہ کار مال میں ملاوٹ کرتے ہیں اور ہر بے ایمانی کی حد پار کرتے ہیں تو پھر بھی یہ لوگ اصل اور کھرے پیسوں کے ہی خواہش مند کیوں ہوتے ہیں اور پیسے ہی اصل کیوں لے کر بیٹھے ہوتے ہیں ان میں بھی وہ کوئی کوٹ کر لیں لیکن ظہور نظر کے خیال میں ایک ایسا وقت ضرور آئے گا جب اس طرح کے لوگ تباہی اور بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور اس طرح کے لوگ جو دوسروں کے حق کو غضب کرتے ہیں۔ دکھ پہنچاتے ہیں غاصب لوگ زیادہ عرصے اپنا کاروبار نہیں چلا سکتے ہیں۔ تباہی اور بربادی ان کا مقدر ضرور بنتی ہے۔ ایسے لوگوں پر زوال ضرور آتا ہے۔ جو ان کی روشن زندگی کو تاریک ضرور بناتا ہے۔ ظہور نظر جب معاشرے میں پھیلی اس طرح کی برائیاں دیکھتے ہیں تو ان کا دل خون ہوتا نظر آتا ہے غم اور افسوس ان کے دل اور دماغ پر حاوی ہو جاتا ہے اور وہ تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تاجروں کے مال میں بھی کھوٹ ہے، دل میں بھی کھوٹ
منڈیوں میں کیوں لیے سکے کھرے بیٹھے ہیں لوگ
شور ہے وہ پیڑ بھی گرنے ہی والے ہیں نظرؔ
عرصہ دہشت میں جن کے آسرے بیٹھے ہیں لوگ(۱۳)

ظہور نظر کی شاعری میں غزلیات میں انفرادی اور اجتماعی دکھوں کا اظہار جتنی بے باکی سے واضح انداز میں ملتا ہے اور دوسرے اس دور کے شعراء کرام اور ادباء کرام میں کم ہی نظر آتا ہے۔ ظہور نظر کو بھی اس بات کا علم تھا کہ اس کے پاس ایسا تھا بھی کیا جس کے چھن جانے کا انہیں زیاں ہوتا ان کے کلام میں جن غریبوں کا اور معاشرے کے غریب لوگوں کے کربوں کا جو پردہ چاک ہوتا نظر آتا ہے تو وہ کسی اور ادیب یا شاعر کے ہاں نہیں موجود ہے جب غریبوں کو اپنے حق میں بولنے والا انسان ملے گا یا جو ان کے دکھوں کا احساس کرنے والا ہو گا تو وہ دکھوں سے تڑپیں گے بھی اور چیخیں گے بھی کیونکہ انہیں اس کا صلہ ملے گا ان کی ہمت بڑھے گی اور ان کی غزل کو صرف غزل ہی نہیں کہیں گے بلکہ ان کی غزل میں ان کے پر آشوب دور کی داستان بے نقاب ہوتی نظر آتی ہیں اور ان کے کلام

میں موجود غزلیہ اشعار مرثیہ کا روپ دھار لیتے ہیں اور اتنی ہی تڑپ رکھتے ہیں کہ سننے والا پڑھنے والا اپنے دل میں ان کی کسک محسوس کرتا ہے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ہر شعر ان کو اپنے دکھوں کی روداد سناتا محسوس ہونے لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان کا ہر شعر اپنے دل کی کہانی ہر انسان کو سنا رہا ہو۔

ستم تو یہ ہے کہ لگتے ہی بھر گیا ہے وہ زخم
جو اہل دل نے کہا تھا، بہت ہی کاری ہے
غزل نظرؔ نے سنائی تو لوگ چیخ اٹھے
کہ یہ غزل تو نہیں، مرثیہ نگاری ہے(۱۴)

ظہور نظر کی شاعری میں اور غزلیہ اشعار میں صرف غم دوراں کی ہی جھلک نہیں ملتی بلکہ محبوب کی یادوں کا بسیرا بھی ڈیرے ڈالتا نظر آتا ہے اور وہ اپنے محبوب سے عشق بھی شدید کرتے ہیں اور ان کی یادوں کو اس لیے اپنے دل کی نہاں خانوں میں چھپائے ہوئے ہیں ان کا ذاتی نظریہ ہے کہ ان کا محبوب ان کے دل میں اس قدر بس چکا ہے محبوب کا غم کا ظہور نظر کے دل میں حد سے زیادہ پرورش پا چکا ہے کہ وہ ان سے کسی طور پر بھی چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اس حیات کو خیر آباد بھی کہہ دیں گے تب بھی یہ فراق اور ہجر کا الاؤ روشن رہے گا اور موت بھی جس کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ موت کے بعد ہر دکھ درد ختم ہو جاتا ہے لیکن ظہور نظر کے دل میں جو محبوب کی یادیں سرایت کر گئی ہیں۔ وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتی ہیں ان کے کلام میں وہ یادیں ہیں جو ازل کی طرح ان کے دل میں زندہ رہیں گی اور پل پل اس کو اور اس کے دل کو جلاتی رہیں گی اور اس کے دکھوں کو ہر دم ہرا اور سرسبز کرتی رہیں گی

جب دل سے تری یاد سسکتی ہوئی نکلی
جاں اس کے تعاقب میں تڑپتی ہوئی نکلی
مر کے بھی نظرؔ، ہجر کی آتش نہ ہوئی سرد
دریا سے مری لاش سلگتی ہوئی نکلی(۱۵)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ظہور نظر کی زندگی میں دکھوں کی انتہا ملتی ہے لیکن ان دکھوں کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں ان کی غزلیات میں جینے کے امنگ بھی چھاتی نظر آتی ہے۔ وہ اپنے تمام دکھوں کا اظہار کرتے ہیں۔ وہاں وہ خود کو تسلی بھی دیتے ہیں اور ان کے جو کرب اور درد ہیں وہ حد سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں ان کا روگ کربوں کی حد پار کرتا نظر آتا ہے انتہاؤں کا لامتناہی سلسلہ دکھوں کا ان کی غزلیات میں ہے لیکن اس کے باوجود ان کی غزلیات میں زندگی کی رمق موجود ہے اور سانس لیتی نظر آتی ہے وہ ایک بڑا اگر رکھنے والے انسان واقع ہوئے ہیں۔ یہ ان کے دل کا بڑا پن ہی ہے جو اتنے دکھوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے زندہ رہے اور ان دکھوں کے بار نے بوجھ نے جتنی بار ان کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی ہو گی ان کو زندہ لاش میں تبدیل کیا ہو گا۔ لیکن وہ ان دکھوں کو پھر بھی شکست دے گئے۔ ان کے حوصلے بلند ہیں جنہوں نے زمانے کے ہر دکھ کو مات دے دی اور خود کو اس زمانے کا بڑا فاتح بنا لیا۔

پھر آج مجھے درد کا احساس نہیں ہے
لگتا ہے کہ پھر درد کڑا ہے مرے دل میں
جتنے بھی تجھے دکھ ہیں نظرؔ آج بتا دے
مغموم نہ ہو، ضبط بڑا ہے مرے دل میں(۱۶)

ظہور نظر کے کلام ہم اپنے غریب ہم وطنوں کا دکھ اس قدر شدت اختیار کر جاتا ہے کہ وہ اس پورے معاشرے میں موجود امرء، رؤسا اور حکمران طبقے پر طنز و تنقید کی بارش کر دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ ترقی پسند تحریک کے نمائندہ شاعر ہیں وہ غریبوں کے حق میں آواز بلند کرنے کو ہی اپنا فرض عین سمجھتے ہیں انکا خیال ہے کہ ربیب اور مزدور طبقے ہی معاشرے کی شان ہوتا ہے ان کی محنت کے بل بوتے پر ہی معاشرے میں بہار آتی ہے سدھار آتا ہے اور اگر سرمایہ کار اور حکمران ان پر ظالم کی بارش کرتے ہیں تو وہ ان سے کیسے کام لے سکتے ہیں۔ امیر اور سرمایہ دار بقہ جو اپنے شملے پگڑیوں کے اونچے کر کے شہروں میں اکڑتے پھرتے ہیں اور گردن کڑا کر چلتے ہیں وہ سب غریبوں کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ محنت کرتے ہیں نفع تو سارا سرمایہ دار طبقے کے حصوں میں ہی آتا ہے غریبوں کے حصے میں تو صرف دو وقت کی روٹی ہی آتی ہے عیش تو سرمایہ دار کرتا ہے اور اس بات کا دکھ ظہور نظر کو بے سکون کرتا ہے۔ وہ اس نظام کے خلاف بولتے ہیں اور ایک مزدور کی اہمیت معاشرے میں واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نواز کاوش جو کہ بہاول پور کا معتبر حوالہ ہیں ظہور نظر کے بارے لکھتے ہیں

"ظہور نظرؔ کا میدان غزل ہے۔ اس میں انھوں نے سماجی شعور کو سمو دیا ہے۔"(۱۷)

ظہور نظر کی غزلیات کا مکمل جائزہ لینے سے یہ علم ہوتا ہے کہ اس کی شاعری میں درد، تنہائی، اداسی کرب، رنج، الم اور دکھوں کی حکمرانی ہے اور اس کی وجہ غربت ہے اور صرف ایک یہی چیز ہے جو تمام برائیوں کی اور تمام دکھوں کی جڑ ہے غم دوراں یعنی زمانے کے دکھوں کو ظہور نظر کی شاعری میں مرکزیت کا درجہ حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے دور کے تمام مسائل انسانی کربوں اور اخلاقی قدروں کے زوال کو گہرے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں بیان کر کے واضح کیا ہے ان کی مکمل شاعری میں جہاں محبوب کے چھن جانے کا غم ہے وہاں ہی غریب طبقے کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کی داستان رقم ہے۔ ظہور نظر نے غریب طبقے کے لوگوں کو اپنے حق میں آواز بلند کرنا سکھایا ہے کوئی بھی قاری جب ان کی شاعری کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ خود سے سوال ضرور کرے گا اس معاشرے پر اس نظام پر ان رویوں پر ان تمام مسائل پر ان سے بغاوت کا جذبہ اس کے اندر ضرور جنم لے گا اور یہی ظہور نظر کے کلام کی اہم خوبی ہے کہ سرد جذبات میں زندگی کی رمق پیدا کرنا اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں اور ان کی معاشرتی، سماجی اور معاشی مسائل کی سی نے ہی ان کو خاص بنایا ہے اور انہیں ادب میں اعلیٰ وارفع مقام و مرتبہ دیا ہے۔ اس لیے وہ ادب کی دنیا میں تابناک سورج بن کر چمکتے نظر آرہے ہیں ان کے بیان کی سچائی نے ان کو امر کیا ہے جو ہمیشہ امر رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ ظہور نظر، کلیات ظہور نظر، بہاول پور، قلم قبیلہ، جولائی ۱۹۸۷ء، ص:۱۹۱

۲۔ ایضاً، ص:۲۲۷

۳۔ ایضاً، ص:۱۸۸

۴۔ ایضاً، ص:۱۸۶

۵۔ ایضاً، ص:۱۸۵

۶۔ ایضاً، ص:۱۸۵

۷۔ ایضاً، ص:۱۸۳

۸۔ ایضاً، ص:۲۹۵

۹۔ ایضاً، ص:۲۸۸

۱۰۔ نواز کاوش، ڈاکٹر، ادراک، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۲۲ء، ص:۹۰

۱۱۔ ظہور نظر، کلیات ظہور نظر، بہاول پور، قلم قبیلہ، جولائی ۱۹۸۷ء، ص:۱۸۱

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۸۷

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۲۵

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۱۳

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۴۴

۱۶۔ ایضاً، ص:۲۵۵

۱۷۔ نواز کاوش، ڈاکٹر، بہاول پور کا ادب، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۱۵ء، ص:۱۲۵

References in Roman Script:

1. Zahoor Nazar, Kulliyat-e-Zahoor Nazar, Bahawalpur, Qalam Qabeela, July 1987, p. 191.
2. Ibid., p. 227.
3. Ibid., p. 188.
4. Ibid., p. 186.
5. Ibid., p. 185.
6. Ibid., p. 185.
7. Ibid., p. 183.
8. Ibid., p. 295.
9. Ibid., p. 288.
10. Dr. Nawaz Kawish, Idrak, Lahore, Fiction House, 2022, p. 90.
11. Zahoor Nazar, Kulliyat-e-Zahoor Nazar, Bahawalpur, Qalam Qabeela, July 1987, p. 181.
12. Ibid., p. 187.
13. Ibid., p. 225.
14. Ibid., p. 213.
15. Ibid., p. 244.
16. Ibid., p. 255.
17. Dr. Nawaz Kawish, Bahawalpur ka Adab, Multan, Beacon Books, 2015, p. 125.